روایاتِ سیرت میں اختلاف کی مختلف نوعیتیں اور صورتیں: ایک تجزیاتی مطالعہ

The Types of Diffrences in Seerah Narrations: An Analytical Study

Dr. Muhammad Irfan
Visiting Lecturer, Dept. of Islamic Studies, University of Okara:
irfanaziz366@gmail.com

Usman Hanif
Lecturer in Islamiat, Government Science College, Lahore:
ahmadst41@gmail.com

Abstract:
In the context of human history, the study of the Holy Prophet's (PBUH) life and character illustrates the fact that it is essential to study the Seerah not for the Muslim Ummah but also in view of the eternal requirements of humanity. Apart from his position of prophethood, if his blessed personality is viewed from a personal point of view, the study of his biography remains a clear guide for humanity. The Holy personality of the Prophet (PBUH) is a practical example of the God's message and has such a comprehensive and concise answer to all the questions from the way of thinking to the action of human life, which no precedent can be given from human history. The life of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) is a perfect example and there are Qur'anic verses about his morals, Islamic injunctions, worships and affairs. In the situation in which he described what he saw, there was a definite difference in the traditions because not every Sahabi could be present in the service of the Prophet at all times. In different places in the Seerāh books, biographers have described the differences in the traditions. It describes the differences between the narrators in general and the narrators in general. One of the reasons for the differences in the traditions of Seerāh is the style and method of the narrators, commentators, biographers and historians. Seerāh-e-Taiba is a very vast ocean and it is very difficult to gather all the things and traditions related to it in one place. There are works of scholars on every aspect of Seerāh, and each scholar has compiled traditions according to his own taste. There are different kinds of differences in the Seerāh, the reasons for which are many. In this article, some of the differences in the traditions are mentioned.

Keywords: *Qur'an, Holy Prophet, Muslim Ummah, Seerāh-e-Taiba, Humanity,*

روایاتِ سیرت میں اختلاف کی مختلف نوعیتیں اور صورتیں: ایک تجزیاتی مطالعہ

تاریخِ انسانیت کے تناظر میں حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ اور آپ ﷺ کی شخصیت کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ نا صرف اُمتِ مسلمہ بلکہ انسانیت کو پیش ابدی تقاضوں کے پیشِ نظر حضورِ اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

منصبِ نبوت ورسالت کے علاوہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو شخصی حوالے سے بھی دیکھا جائے تو اس حوالے سے بھی آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ انسانیت کے لئے واضح راہنمائی کا سامان رکھتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ اللہ ربّ العزت کے عطا کردہ پیغام کا عملی نمونہ ہے اور انسانی زندگی کے اندازِ فکر سے لے کر عمل تک جملہ سوالات کا ایسا جامع اور شافی جواب ہے، جس کی کوئی نظیر تاریخِ انسانی سے پیش نہیں کی جاسکتی۔

نبی ﷺ کی حیات طیبہ ایک اسوۂ کاملہ ہے اور آپ ﷺ کا اخلاق، اسلامی احکامات، عبادات اور معاملات کے بارے میں قرآنی آیات ہیں ان کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ صحابہ کرام نے نبی ﷺ کو جس حال میں جو کرتے دیکھا وہ بیان کر دیا تو اس طرح روایات میں اختلاف یقینی تھا کیونکہ خدمت نبوی ﷺ میں ہر وقت ہر صحابی موجود نہیں رہ سکتا تھا۔

سیرت طیبہ ﷺ ایک بہت ہی وسیع سمندر ہے اور اس سے متعلقہ باتوں اور روایات کا ایک ہی جگہ پر جمع کرنا نہایت کٹھن مرحلہ ہے۔ روایات سیرت کے اندر مختلف نوعیت کا تفاوت موجود ہے جس کی وجوہات بھی کافی ہیں۔ سیرت کے ہر پہلو پر علماء کرام کی تصنیفات موجود ہیں، اور ہر عالم نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق روایات کو جمع کیا ہے۔

کُتبِ سیرت میں مختلف مقامات پر سیرت نگاروں نے روایات میں اختلاف کو بیان کیا ہے۔ اس میں عام طور پر محدثین اور اہل سیر کے درمیان پائے جانے والے روایت کے اختلاف کو بیان کیا ہے۔ روایات سیرت میں اختلاف کی ایک وجہ محدثین، مفسرین، سیرت نگار اور موئرخین کا اسلوب و منہج ہے۔

سیرت النبی ﷺ کی روایات کو محدثین عظام، سیرت نگاروں، مورخین اور مفسرین کرام نے اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہے۔ اس مقالہ میں روایات سیرت میں اختلاف کی مختلف نوعیتیں بیان کی گئی ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کے واقعات میں اختلاف کی کیا نوعیتیں ہیں یعنی روایات سیرت میں موجود اختلاف کس نوعیت کا ہے۔

ذیل میں روایات میں اختلاف کی کچھ صورتیں ذکر کی گی ہیں:

ا۔ تاریخ وقوع میں اختلاف:

اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی واقعہ رونما ہوا یا کوئی غزوہ ہوا تو وہ کب رونما ہوا اس کی تاریخ وقوع میں مختلف روایات پائی جاتی ہیں اس کی مثال درج ذیل ہے۔

غزوہ ذی قرد:

تمام اربابِ سیر نے اس غزوہ کو صلح حدیبیہ سے پہلے یعنی ربیع الاوّل 6 ہجری بمطابق ۶۲۷ء) میں ذکر کیا ہے۔ جبکہ امام مسلمؒ (۲۶۱ھ بمطاق ۸۷۵ء) نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ کے حوالے سے جو حدیث نقل کی ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ غزوہ صلح حدیبیہ کے بعد اور غزوہ خیبر سے تین دن پہلے واقع ہوا ہے۔

حضرت سلمہ بن الاکوعؓ (م ۷۴ھ بمطاق ۶۹۳ء) سے روایت ہے میں صبح کی اذان سے پہلے نکلا اور آپ کی دو موٹی تازی اونٹنیاں ذی قرد میں چرتی تھیں مجھے عبد الرحمن بن عوفؓ کا غلام ملا اس نے کہا رسول اللہ ﷺ کی دو موٹی تازی اونٹنیاں جاتی رہیں۔ میں نے پوچھا کس نے لیں؟ اس نے کہا غطفان نے یہ سن کر میں تین بار چلایا یا صباحاہ اور مدینہ کے دونوں جانب والوں کو سنا دیا پھر میں سیدھا چلا یہاں تک کہ میں نے ان لٹیروں کو ذی قرد میں پایا انہوں نے پانی پینا شروع کیا تھا میں نے تیر مارنا شروع کیے اور میں تیر انداز تھا اور کہتا جاتا تھا"انا ابن الاکوع والیوم یوم الرضع "۔ میں رجز پڑھتا رہا یہاں تک کہ اونٹنیاں ان سے چھڑا لیں بلکہ اور تیس چادریں ان کی چھین لیں اور رسول اللہ ﷺ اور لوگ بھی آ گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان لٹیروں کو میں نے پانی پینے نہیں دیا، وہ پیاسے ہیں اب ان پر لشکر کو بھیجئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے اکوع کے بیٹے! تو اپنی چیزیں لے چکا اب جانے دے۔ سلمہؓ بن اکوع نے کہا پھر ہم لوٹے اور رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی پر اپنے ساتھ مجھ کو بٹھلایا یہاں تک کہ ہم مدینہ میں پہنچے۔[1]

مولانا عبد الرؤف داناپوریؒ نے اس غزوہ کو صلح حدیبیہ سے پہلے لکھا ہے وہ فرماتے ہیں:

"تمام اصحاب سیر اس غزوہ کو حدیبیہ سے پہلے لکھتے ہیں اس لئے میں نے بھی یہاں لکھا

[1] مسلم بن حجاج، الصحیح، کتاب الجہاد، باب غزوۃ ذی القرد، دار السلام والنشر والتوزیع ریاض، السعودیہ ۲۰۰۰ء، ۴/ ۲۸۰

ہے۔"[2]

الرحیق المختوم میں مولانا صفی الرحمٰن نے اس غزوہ کو صلح حدیبیہ سے بعد لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:

"یہ غزوہ صلح کے بعد اور غزوہ خیبر سے تین پہلے واقع ہوا ہے۔"[3]

غزوہ بنی قریظہ:

اس غزوہ کو مولانا عبدالرؤف دانا پوری صاحبؒ نے غزوہ خندق کے فورا بعد ذکر کیا ہے اور اس غزوہ میں حضرت سعدؓ بن معاذ کا ذکر ہے کہ بنی قریظہ کی بد عہدی کا فیصلہ حضرت سعدؓ بن معاذ نے کیا تھا ان کا فیصلہ یہ تھا:

"میرا حکم یہ کہ ان سب ملعونوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو گرفتار کر لیا جائے اور ان کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دئے جائیں حضور ﷺ نے ان کا فیصلہ قبول کر لیا حضرت سعد اس کے کچھ دن بعد انتقال فرما گئے۔"[4]

اس کے بعد اس غزوہ کی تاریخ وقوع کے بارے میں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ابن اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ غزوہ بنی المصطلق یعنی غزوہ مریسیع ٦ھ میں ہوا اور موسیٰ بن عقبہؒ کا قول ہے کہ ۴ھ میں ہوا۔ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ ابن اسحٰقؒ نے ٦ھ میں غزوہ خندق کے بعد لکھا ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ واقدی کے علاوہ اہل سیر کا اجماع ہے کہ سعد بن معاذ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے اور اس کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔[5]

اس میں ایک اشکال ہے کہ جب غزوہ مریسیع سے واپس آئے تو حضور ﷺ نے منبر پر فرمایا کہ کون ہے جو ان منافقین کے خلاف ہماری امداد کرے تو حضرت سعد بن معاذ نے فرمایا میں یا رسول اللہ ﷺ، یہ صحیحین کی روایت ہے لیکن ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ مریسیع ٦ھ میں خندق کے بعد ہوا اور اس پر اجماع ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کا غزوہ خندق کے بعد ہی انتقال ہو چکا تھا تو پھر غزوہ مریسیع کے بعد ان کا موجود ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔[6]

سیرت المصطفیٰ میں حضرت کاندھلویؒ نے غزوہ بنی مصطلق کو پہلے اور بنی قریظہ کو بعد میں ذکر کیا ہے جس میں

---

[2] داناپوری، عبدالرئوف، اصح السیر، ۱۵۸

[3] مبارکپوری، مولانا صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، المکتبہ السلفیہ شیش محل لاہور، ۱۹۹۹، ص ۴۹۴

[4] داناپوری، عبدالرؤف، اصح السیر، ۲۷

[5] ایضا، ص ۱۲۹

[6] ایضا، ص ۱۳۰

حضرت سعدؓ بن معاذ کا ذکر ہے۔[7]

علامہ شبلیؒ نے بھی مریسیع کو پہلے اور غزوہ بنی قریظہ کو بعد میں ذکر کیا ہے۔[8]

اصحابِ سیرت کہتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے۔ اصحابِ سیر متفق ہیں کہ حضرت سعد بن معاذؓ کا انتقال غزوہ احزاب کے بعد ہوا، وہ بنی قریظہ کا فیصلہ کر کے انتقال کر گئے تھے اور غزوہ مریسیع جس میں افک پیش آیا، بعد کا واقعہ ہے۔ تب حضرت سعدؓ زندہ نہیں تھے۔[9]

۲۔ واقعہ کے سبب وقوع میں اختلاف کی وجہ سے واقعات میں اختلاف کا پایا جانا

جیسا کہ غزوہ بدر کا سبب وقوع ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ﴾[10]

"اور جب اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے ایک تمہارا ہو گا اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ تمہارے ہاتھ لگ جائے جبکہ اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے ارشادات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ کر رکھ دے۔"

تمام ارباب سیر نے لکھا ہے کہ مسلمان نبی ﷺ کی معیت میں ابو سفیان کے تجارتی قافلہ پر حملہ کی نیت سے نکلے تھے اس کی دلیل یہ ہے مسلمان بے سروسامانی اور بغیر تیاری کے نکلے تھے اور یہ سب کچھ مسلمانوں کے لشکر سے واضح تھا پھر وہ لشکر بحفاظت مکہ پہنچ گیا۔ اب قریش مکہ جو اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کے لیے نکلے تھے اصولی طور پر ان کو واپس چلے جانا چاہیے تھا اور روایات سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ واپسی کی بہت سی کوششیں حکیم بن حزام اور عتبہ بن ربیعہ کی طرف سے کی گئیں مگر ابو جہل کی ضد کی وجہ سے ثمر آور نہ ہو سکی۔ ابو جہل نے ایک شرارت کے ذریعے لشکر قریش کو لڑائی کے لیے آمادہ کیا ہے کہ وہ عمرو بن

---

[7] کاندھلوی، مولانا محمد ادریس، سیرت المصطفی، مکتبہ خلیل غزنی سٹریٹ لاہور، ص ۷۴، ۷۵

[8] شبلی نعمانی، سیرت النبی، ۱/ ۲۶۵

[9] داناپوری، عبد الروف، اصح السیر، ص ۹

[10] الانفال ۸: ۷

حضرمی کے قتل کا قصاص لینا ہے۔ پھر وہ بدر میں آئے اور غزوہ بدر پیش آیا۔

جبکہ علامہ شبلیؒ سیرت النبی میں یہ بات لکھتے ہیں کہ مسلمان قافلے پر حملہ کرنے نہیں بلکہ مدینہ سے ہی کفار کے ساتھ لڑائی اور جنگ کرنے کے لیے نکلے تھے۔[11]

اور یہ ان کا ایک اچھوتا مؤقف اور تفرد ہے جو جمہور سے ہٹ کر پیش کیا گیا اور اس پر بعد کے اہل سیر نے نقد کیا اور اس مؤقف کو قبول نہیں کیا۔[12]

ابو جہل علاء بن حضرمی کے خون کا ذکر لوگوں کو محض جوش دلانے کے لیے کرتا تھا۔ اصل مقصد جس کے لیے قریش مکہ سے نکلے تھے وہ کاروان تجارت کی حفاظت تھی۔ جب وہ بچ نکلا تو لوگ جنگ کے لیے آمادہ نہ تھے اور قدم قدم پر واپسی کا مسئلہ زیر بحث آتا تھا۔ لہٰذا کسی علامہ کا یہ گمان کرنا کہ قریش محض علاء بن حضرمی کے خون کا بدلہ لینے کے لیے مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت سے نکلے تھے بالکل غلط ہے اور تمام روایات کے خلاف ہے۔[13]

جیسا کہ بعض سیرت نگاروں نے جن میں علامہ شبلی بھی ہیں غزوہ بدر کے ضمن میں قافلے کو لوٹنے کی کئی تاویلیں کی ہیں۔ جن کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔

بات بالکل واضح ہے کہ جنگی حالات میں دشمن کو نقصان پہنچانے کے لیے ایسے اقدامات کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ قریش کی اقتصادی ناکہ بندی تھی اور ان حالات میں دشمن کے شر سے بچنا بہت ضروری تھا قریش اگر مدینہ پر حملہ کر دیتے تو مسلمانوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی نقصان پہنچاتے۔[14]

اس لئے نبی ﷺ نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر قریش کے تجارتی قافلہ پر حملہ کیا مگر وہ بچ نکلا اور پھر غزوہ بدر پیش آیا۔

غزوہ بنی نضیر کا سبب وقوع

سیرت النبی کے اندر کوئی واقعہ رونما ہوا کوئی غزوہ لڑا گیا تو اس کا سبب کیا تھا کس وجہ سے وہ لڑائی کی گئی۔ اس

---

[11] شبلی نعمانی، سیرت النبی، ۱/۲۱۱

[12] کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، سیرت المصطفیٰ، ۲/۸۸

[13] کاندھلوی، سیرت المصطفیٰ، ۲/۸۸

[14] حکیم محمود احمد ظفر، پیغمبر امن، مکی دار الکتب مزنگ روڈ لاہور، ۲۰۰۹، ص: ۵۰۵

بارے میں مختلف اقوال موجود ہیں۔ اس کی مثال ذیل میں ذکر کی گئی ہے۔

1۔ بنی عامر کے دو مقتولین کی دیت کے لئے بات چیت کرنا۔

2۔ یہود کا نبی ﷺ کو تبلیغ کے لئے بلانا۔

۳۔ کسی واقعہ کے محل وقوع میں اختلاف پیدا ہونا:

کوئی واقعہ ہوا ہے تو وہ کس جگہ پر رونما ہوا اس کی تصریح کرنا بھی لازم ہے سیرت کے واقعات اور غزوات میں اختلافی روایات ہیں کہ یہ واقعہ یا غزوہ کہاں رونما ہوا ہے؟

جیسا کہ معراج کا واقعہ ہے کہ وہ کہاں پیش آیا یعنی آپ ﷺ کہاں تشریف فرما تھے جب آپ کو معراج کروائی گئی۔

آپ ﷺ ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف رکھتے تھے چھت شق ہوئی اور حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور آپ کو اٹھا کر مسجد حرام میں لے گئے۔[15]

ایک روایت میں ہے آپ ﷺ ام ہانی کے گھر میں تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں تھے۔

ایک روایت میں ہے آپ ﷺ بیت اللہ میں سو رہے تھے۔

معراج تو ایک بار ہوا ہے پھر ان روایات کی وجہ سے واقعہ کی نوعیت میں اختلاف ہوا ہے۔

اسی طرح دوسری مثال کہ شق قمر والا واقعہ یہ کہاں پیش آیا۔ کیا ایک مرتبہ ہوا یا ایک سے زائد بار پیش آیا۔

۴۔ تعبیر واقعہ میں اختلاف:

تعبیر واقعہ میں اختلاف کی وجہ سے روایات میں اختلاف واقع ہونا۔ مثال بنو قریظہ میں نماز عصر والا واقعہ۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لا يصلين أحدٌ العصر إلا في بني قريظة»[16]

"تم میں ہر کوئی عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر ادا کرے۔"

راستے میں نماز کا وقت ہو گیا کچھ صحابہ نے نماز راستے میں ہی ادا کر لی انہوں نے آپ ﷺ کے فرمان سے یہ

---

[15] مفتی عنایت، تواریخ حبیب الہٰ، ص:۳۶

[16] محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجمعہ، باب صلاۃ الطالب والمطلوب، رقم الحدیث:۹۴۶

سمجھا کہ نبی اکرم ﷺ کا مطلوب یہ تھا کہ تیز چلو لہٰذا نماز کا وقت ہو گیا ہے تو پڑھ لیتے ہیں۔

دوسرے اصحاب نے اس فرمان سے یہ سمجھا کہ آپ نے چونکہ ظاہری الفاظ میں فرمایا ہے لہٰذا بنی قریظہ میں جا کر پڑھیں گے۔ تو تعبیر واقعہ کی وجہ سے اختلاف ہوا۔

اسی طرح دوسری مثال غزوہ احد میں درے پر موجود 50 صحابہ کرامؓ والی روایت ہے:

«جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم على الرماة يوم أحد وكانوا خمسين رجلًا عبد الله بن جبير قال ووضعهم موضعًا وقال إن رأيتمونا تخطفنا الطير فلا تبرحوا حتى أرسل إليكم وإن رأيتمونا ظهرنا على العدو وأوطأناهم فلا تبرحوا حتى أرسل إليكم قال فهزموهم قال فأنا والله رأيت النساء يشتددن على الجبل وقد بدت أسوقهن وخلاخلهن رافعات ثيابهن فقال أصحاب عبد الله بن جبير الغنيمة أي قوم الغنيمة ظهر أصحابكم فما تنظرون قال عبد الله بن جبير أنسيتم ما قال لكم رسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا إنا والله لنأتين الناس فلنصيبن من الغنيمة فلما أتوهم صرفت وجوههم فأقبلوا منهزمين فذلك الذي يدعوهم الرسول في أخراهم فلم يبق مع رسول الله صلى الله عليه وسلم غير اثني عشر رجلًا فأصابوا منا سبعين رجلًا وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه أصاب من المشركين يوم بدر أربعين ومائةً سبعين أسيرًا وسبعين قتيلًا---- فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا تجيبونه قالوا يا رسول الله وما نقول قال قولوا الله أعلى وأجل قال إن العزى لنا ولا عزى لكم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا تجيبونه قالوا يا رسول الله وما نقول قال قولوا الله مولانا ولا مولى لكم »[17]

"غزوہ احد کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے پچاس تیر اندازوں پر حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا تھا اور انہیں ایک جگہ پر متعین کر کے فرما دیا اگر تم ہمیں اس حال میں دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک کر لے جا رہے ہیں تب بھی تم اپنی جگہ سے اس وقت تک نہ ہلنا جب تک میں تمہارے پاس پیغام نہ بھیج دوں اور اگر تم ہمیں اس حال میں دیکھو کہ ہم دشمن پر غالب آ گئے ہیں اور ہم نے انہیں روند دیا ہے تب بھی تم اپنی جگہ سے اس وقت تک نہ ہلنا جب تک میں تمہارے پاس پیغام نہ بھیج دوں۔ چنانچہ جنگ میں مشرکین کو شکست ہو گئی بخدا! میں نے عورتوں کو تیزی سے پہاڑوں پر چڑھتے ہوئے دیکھا ان کی پنڈلیاں اور پازیبیں نظر آ رہی تھیں اور انہوں نے اپنے کپڑے اوپر کر رکھے تھے یہ دیکھ کر حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ کے ساتھی کہنے لگے لوگو! مال غنیمت تمہارے ساتھی غالب آ گئے اب تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ نے فرمایا کیا تم وہ بات فراموش کر رہے ہو جو نبی کریم ﷺ نے تم سے

---

[17] مسند احمد، ۳۰/ ۵۵۴، رقم الحدیث: ۱۸۵۹۲

فرمائی تھی ؟ وہ کہنے لگے کہ ہم تو ان کے پاس ضرور جائیں گے تاکہ ہم بھی مال غنیمت اکٹھا کر سکیں۔ جب وہ ان کے پاس پہنچے تو ان پر پیچھے سے حملہ ہو گیا اور وہ شکست کھا کر بھاگ گئے یہ وہی وقت تھا جب نبی کریم ﷺ انہیں پیچھے سے آوازیں دیتے رہ گئے لیکن نبی کریم ﷺ کے ساتھ سوائے بارہ آدمیوں کے کوئی نہ بچا اور ہمارے ستر آدمی شہید ہو گئے غزوہ بدر کے موقع پر نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے مشرکین کے ایک سو چالیس آدمیوں کا نقصان کیا تھا جن میں سے ستر قتل ہوئے اور ستر قید ہو گئے تھے۔ اس وقت کے سالار مشرکین ابوسفیان نے فتح پانے کے بعد تین مرتبہ پوچھا کہ کیا لوگوں میں محمد ﷺ ہیں ؟ لیکن نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو جواب دینے سے منع کر دیا پھر اس نے دو دو مرتبہ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظمؓ کا نام لے کر یہی سوال کیا پھر اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ یہ سب تو مارے گئے ہیں اور اب ان سے تمہاری جان چھوٹ گئی ہے اس پر حضرت عمرؓ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور کہنے لگے بخدا! اے دشمن خدا! تو جھوٹ بولتا ہے تو نے جتنے نام گنوائے ہیں وہ سب کے سب زندہ ہیں اور اب تیرے لئے پریشان کن خبر رہ گئی ہے ابوسفیان کہنے لگا کہ یہ جنگ بدر کا بدلہ ہے اور جنگ تو ایک ڈول کی طرح ہے تم لوگ اپنی جماعت کے کچھ لوگوں کے اعضاء جسم کٹے ہوئے دیکھو گے میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا اور مجھے یہ بات بری بھی نہیں لگی پھر وہ "ہبل کی جے" کے نعرے لگانے لگا نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم لوگ اسے جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا جواب دیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یوں کہو کہ اللہ بلند و برتر اور بزرگ ہے پھر ابوسفیان نے کہا کہ ہمارے پاس عزیٰ ہے جبکہ تمہارا کوئی عزیٰ نہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم لوگ اسے جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم کیا جواب دیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یوں کہو اللہ ہمارا مولیٰ ہے جبکہ تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔"

جب صحابہ نے دیکھا کہ کفار بھاگ رہے ہیں اور مسلمان مال غنیمت جمع کر رہے ہیں تو درے پہ موجود صحابہ بھی اترنے شروع ہوئے جب ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے منع کیا تو صحابہ نے کہا کہ نبی ﷺ کا مطلوب جنگ جیتنا، فتح حاصل کرنا تھا لہٰذا اب کفار شکست کھا کر بھاگ گئے ہیں تو ہم بھی مال غنیمت جمع کرتے ہیں۔

۵۔ واقعات سیرت سے متعلق مقداری اختلاف:

اس سے مراد یہ ہے کہ کسی غزوہ میں شرکاء کی تعداد کیا تھی؟ کتنے صحابہ شہید ہوئے وغیرہ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے شرکاء کی تعداد میں اختلاف ہے۔

۶۔ تعارض و تضاد کا اختلاف:

کسی واقعہ کے بارے میں دو باہم متعارض و متضاد روایات کا وجود بھی اختلاف کا سبب ہے جیسا کہ معراج کے

بارے میں ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ رب العزت کا دیدار کیا یا نہیں۔

اس کی ایک مثال صحیح بخاری کی وہ روایت سے جس میں ہے کہ نبیؐ کی وفات کے بعد آپؐ کو سب سے پہلے وفات کی صورت میں حضرت سودہؓ ملیں۔[18]

یہی روایت ابن سعد (230ھ) الطبقات میں ذکر کرنے کے بعد امام واقدی کا درج ذیل قول ذکر کرتے ہیں:

"هذا الحديث وهل في سودة وإنما هو في زينب بنت جحش وهي كانت أول نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم لحوقًا به وتوفيت في خلافة عمر بن الخطاب وبقيت سودة بنت زمعة فيما حدثنا به محمد بن عبد الله بن مسلم عن أبيه أن سودة توفيت في شوال سنة أربع وخمسين بالمدينة في خلافة معاوية بن أبي سفيان قال محمد بن عمر : وهذا الثبت عندنا"[19]

"اس حدیث کو بیان کرنے میں غلطی ہو گئی حالانکہ یہ حضرت زینب بنتؓ جحش کے بارے میں ہے اور نبیؐ کی وفات کے بعد سب سے پہلے ان کی وفات ہوئی تھی یہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں فوت ہوئی تھیں جبکہ حضرت سودہ تو حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں شوال 54ھ میں مدینہ میں فوت ہوئی تھیں امام واقدیؒ فرماتے ہیں ہمارے ہاں یہی قول صحیح اور ثابت ہے۔"

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"قال ابن بطال هذا الحديث سقط منه ذكر زينب لاتفاق أهل السير على أن زينب أول من مات من أزواج النبي صلى الله عليه وسلم"[20]

"ابن بطال فرماتے ہیں: اس حدیث سے حضرت زینبؓ کا ذکر رہ گیا ہے کیونکہ اہل سیر کا اتفاق ہے کہ نبیؐ کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضرت زینبؓ نے وفات پائی تھی۔"

۷۔ اسلوب بیان میں اختلاف:

راوی جب کوئی بات یا واقعہ بیان کرتا ہے تو روایات کے الفاظ مختلف ہوتے ہیں الفاظ مختلف ہونا بھی روایات کے اختلاف کی ایک صورت ہے۔

---

[18] امام بخاری، صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۴۲۰

[19] ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ۸/۵۵

[20] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۳/۳۳۶

۸۔ رواۃ کی تضعیف و توثیق میں اختلاف:

رواۃ سیرت کی تضعیف اور توثیق میں اختلاف کی وجہ سے بھی روایات میں اختلاف ہو جاتا ہے جیسا کہ ابن اسحاق، ابن ہشام، عروہ بن زبیر، محمد بن عمر الواقدی بعض علماء نے ان کی توثیق کی ہے بعض نے تضعیف کی ہے یہ اختلاف کی ایک صورت ہے۔ جیسا محمد بن اسحاق اور واقدی پر طعن بھی کیا گیا ہے اور ان کی توثیق بھی کی ہے۔

۹۔ حکم روایت میں اختلاف:

جس طرح محدیثین کے ہاں احادیث صحیحہ اور ضعیفہ کی تقسیم ہے۔ اسی طرح سیرت کی روایات بھی جو ثقہ راویوں نے بیان کی ہیں وہ صحیح روایات کے زمرہ میں آتی ہیں اور اسی طرح ضعیف راویوں نے جو روایات بیان کی ہیں وہ ضعیف روایات کے ذیل میں آتی ہیں جب ان روایات کا حکم مختلف ہو گا تو پھر اختلاف تو پیدا ہو گا۔

ایسی روایات میں سے نمایاں ترین روایت قصۃ الغرانیق ہے اس روایت کا ملخص یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسلمین اور مشرکین کی جماعت میں بیت اللہ میں قرآن حکیم کی تلاوت فرما رہے تھے سورۃ النجم کی تلاوت کرتے ہوئے جب آپؐ ان آیات پر پہنچے:

﴿ أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى، وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى ﴾[21]

تو شیطان نے ایسی آواز میں کلام کی جو نبیؐ کی آواز کے متشابہہ تھی اس نے بتوں کی مدح کرتے ہوئے کہا:

"تلك الغرانيق العلى وإن شفاعتهن لترتجى"[22]

"تو مشرکین اس بات سے خوش ہو گئے اور جب نبیؐ نے سورۃ النجم کے آخر پر سجدہ کیا تو مشرکین نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔"

اس روایت کو عروہ بن زبیر، موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق، واقدی، طبری، بیہقی، ابن اثیر، ابن سید الناس اور ذہبی وغیرہ نے کتب سیرت و تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ بطور مثال ملاحظہ کریں۔[23]

اس روایت کے بارے میں علماء میں بہت اختلاف ہے کچھ علماء مقام نبوت کے مناسب تاویل کرتے ہوئے اس

---

[21] النجم ۵۳:۱۹۔۲۰

[22] طبری، محمد بن جریر، تفسیر الطبری، مکتب التحقیق بدار ھجر، ۱۶/ ۶۰۳؛ شوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر، دار ھجر، ۳/ ۴۶۱

[23] طبری، تاریخ طبری، ۲/ ۳۳۷؛ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۲/ ۲۸۵؛ عیون الاثیر، ۱/ ۱۴۰؛ ابن الأثیر، علی بن محمد بن عبد الکریم الجزري، الکامل فی التاریخ، دار المعرفہ، بیروت، ۱/ ۶۷۳

روایت کو قوی قرار دیتے ہیں اور کچھ علماء اسے مردود اور باطل قرار دیتے ہیں۔ اس روایت کو مختلف تاویلات کے ساتھ قوی قرار دینے والوں میں حافظ ابن حجر اور امام سیوطی جیسے علماء ہیں۔[24]

اور اس کو مردود قرار دینے والے علماء کی طویل فہرست ہے مثلاً ملاحظہ کریں۔[25]

جبکہ عصر حاضر میں اس روایت کا خوبصورت رد الدکتور محمد ابو شہبۃ، محمد الغزالی اور الدکتور الاعظمی جیسی شخصیات نے کیا ہے۔[26]

قاضی عیاض نے تو اس روایت کو باطل قرار دیا ہے اور کتب سیرت و تفسیر میں اس کے وجود کی کچھ وجوہات بھی نقل کی ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں:

"فيكفيك أن هذا حديث لم يخرجه أحد من أهل الصحة ولا رواهثقة بسند سليم متصل وإنما أولع به وبمثله المفسرون والمؤرخون المولعون بكل غريب المتلقفون من الصحف كل صحيح وسقيم ومن حكيت هذه الحكاية عنه من المفسرين والتابعين لم يسندها أحد منهم ولا رفعها إلى صاحب وأكثر الطرق عنهم فيها ضعيفة واهية والمرفوع فيه حديث شعبة عن أبى بشر عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال فيما أحسب الشك في الحديث أن النبي صلى الله عليه وسلم كان بمكة وذكر القصة قال أبو بكر البزار هذا الحديث لا نعلمه يروى عن النبي صلى الله علبه وسلم بإسناد متصل يجوز ذكره إلا هذا ولم يسنده عن شعبة الا أمية بن خالد وغيره يرسله عن سعيد بن جبير وإنما يعرف عن الكلبى عن أبى صالح عن ابن عباس فقد بين لك أبو بكر رحمه الله أنه لا يعرف من طريق يجوزذكره سوى هذا وفيه من الضعف ما نبه عليه مع وقوع الشك فيه كما ذكرناه الذى لا يوثق به ولا حقيقة معه"[27]

"اس روایت کو کسی ثقہ اور اہل صحت نے نقل نہیں کیا ہے اگر نقل کیا بھی ہے تو اس روایت کی سند ٹھیک اور بہتر نہیں ہے اس طرح کی روایات کے مشتاق وہ مفسرین اور مؤرخین ہوتے ہیں جو ہر غریب روایت کو لانا ضروری

---

[24] فتح الباری، ۸/ ۲۹۲؛ السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، الدر المنثور، دار ھجر، مصر، ۱۰/ ۵۲۵

[25] ابن العربي ، القاضى محمد بن عبد الله ،احكام القرآن لابن العربى ،۳، ۱۳۰۰؛ تفسير القرطبى ،۱۴، ۴۲۴؛ فتح القدير ،۳، ۴۶۲

[26] السيرة النبوية فى ضوء ا لقرآن والسنة ، فقه السيرة ،تعليق على مغازى عروه ، السيرة النبوية فى ضوء المصادر الاصلية

[27] اليحصبي، القاضى ابو الفضل عياض، الشفاء ، دار الفكر الطباعة والنشر والتوزيع،۲، ۱۷۷۔ ۴۷۸

جانتے ہیں اور ہر طرح کی کتب میں صحیح و سقیم روایات کو لا کر کوئی عجیب بات نقل کرنا چاہتے ہیں۔ جن مفسرین اور مؤرخین سے یہ روایات بیان کی گئی ہے ان میں سے کسی نے بھی اسے مسند بیان نہیں کیا اور نہ ہی کسی مرفوع نقل کیا ہے اور اس کے اکثر طرق ضعیف ہیں اور اس بارے میں مرفوع روایت شعبہ عن بشیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبیؐ مکہ میں تھے اور پورا قصہ ذکر کیا۔ ابو بکر البزار فرماتے ہیں ''یہ حدیث ہمیں نہیں معلوم کہ اس سند کے علاوہ کسی اور ایسی سند سے نبیؐ سے مروی ہو جس کا ذکر کرنا جائز ہو امام شعبہ سے اس سند کو صرف امیہ بن خالد مسند ذکر کرتے ہیں۔ بقیہ سب سعید بن جبیر سے مرسل نقل کرتے ہیں اسی طرح یہ روایت عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس کے طریق سے بھی معروف ہے لیکن جیسا کہ ابو بکر البزار نے واضح کیا اس کے دیگر تمام طریق ذکر کے بھی لائق نہیں سوائے شعبہ والی سند کے اور شعبہ والی اس سند میں بھی شک کا وقوع ہے جیسا کہ ہم ذکر کیا اور اس کے ساتھ توثیق نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کی کوئی حقیقت ہے۔''

خلاصہ

کتب حدیث میں سیرت نبوی ﷺ کے بارے میں روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے جن میں ایک ہی واقعہ کے بارے میں مختلف روایات وارد ہیں ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد اختلاف کی وجوہ، اختلاف کی نوعتیں، اسباب کو ذکر کیا گیا ہے ان روایات میں ترجیح و تطبیق ممکن ہے تاکہ اس اختلاف کو حل کیا جا سکے۔